|  |  |
| --- | --- |
| C:\Users\jjjj\Desktop\7b9636e4-6e41-4740-9d33-943a8f979b93.jpg | Al-Mahdi Research JournalVol. 03, No. 02 (July-Dec 2022) *ISSN (p): 2789-4142 ISSN (e):2789-4150* |

**ضیاءالنبی کی روشنی میں کلامیات سیرت کی مباحث کا تحقیقی جائزہ**

Research review of the discourses of Kalaamiyat\_e\_Sirah in the light of Zia-ul-Nabi

*Anwar ul Haq[ [[1]](#endnote-1) ]*

*Hafiz Abdul Khaliq[[[2]](#endnote-2) ]*

Abstract:

This research paper reviews the discourses of “Kalamiyat e seerat” in the light of “Zia un Nabi”. The topic statement is that “Kalamiyat e seerat” is a valuable source of knowledge and understanding of the life of Prophet Muhammad (PBUH) and his teachings. The aims and objectives of this research paper are to explore the discourses of “Kalamiyat e seerat” and to analyze the relevance of “Zia un Nabi” in understanding the life and teachings of Prophet Muhammad (PBUH). The research questions are: What are the discourses of “Kalamiyat e seerat”? What is the significance of “Zia un Nabi” in understanding the life and teachings of Prophet Muhammad (PBUH)? The significance of this research is that it provides an in-depth understanding of the discourses of “Kalamiyat e seerat” and the relevance of “Zia un Nabi” in understanding the life and teachings of Prophet Muhammad (PBUH). This research contributes to the body of knowledge by providing an analysis of the discourses of “Kalamiyat e seerat” and the relevance of “Zia un Nabi” in understanding the life and teachings of Prophet Muhammad (PBUH). Overall, this research paper provides a comprehensive review of the discourses of “Kalamiyat e seerat” in the light of “Zia un Nabi”. It is an invaluable source of knowledge and understanding of the life and teachings of Prophet Muhammad (PBUH).

Key Words: Sira\_e\_Tayyaba , Zia\_un\_Nabi, Ilm\_ul\_Kalam, Mojzat, Nabowat, Taudd\_e\_Azwaaj

 **تعارف**

**جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری ایک مایہ ناز صوفی و روحانی بزرگ ،مفسر، سیرت نگار، صحافی ، ماہر تعلیم ، صاحب طرز ادیب اور دیگر بیشمار خوبیوں کے مالک تھے۔ آپ یکم جو لائی ۱۹۱۸ بھیرہ شریف میں پیدا ہو ئے۔سات سال کی عمر میں پرائمری سکول میں داخل ہوئے ۔ اور 1936ء میں گورنمنٹ ہائی سکول بھیرہ سے میٹرک کا امتحان پاس کیا۔1941ء میں اوریئنٹل کالج لاہور میں داخلہ لیا اور فاضل عربی میں شیخ محمدعربی، مولانا نورالحق، جناب رسول خان صاحب سے علم حاصل کیا۔اور 600 میں سے 512 نمبر لیکر پنجاب بھر میں اول پوزیش سے فاضل عربی کا امتحان پاس کیا۔ عقلیہ و نقلیہ علوم سے فراغت کے بعد 1942ء سے 1943ء دورہ حدیث شریف مکمل کیا ۔1941ء میں جامعہ پنجاب سے B.A کا امتحان نمایاں پوزیشن سے پاس کیا۔ستمبر 1951ء میں جامعۃ الازہر داخلہ لیا،M.Aاور M.Phil میں نمایاں کامیابی حاصل کرتےہوئے مصرتقریباً ساڑھےتین برس کاعرصہ گزارا۔ 1981ء میں 63 برس کی عمر میں وفاقی شرعی عدالت کے جج مقرر ہوئے 16 برس تک فرائض کی پاسداری کرتےہوئے متعدد تاریخی فیصلے کیے جو عدالتی تاریخ کا حصہ بن چکے ۔7 اپریل 1998ء طویل علالت کے بعد آپ کا وصال ہوا۔سینکڑوں مشائخ اورہزاروں علما ء نےنماز جنازہ میں شرکت فرمائی۔ متعدد تصانیف لکھیں اور ماہنامہ ضیائے حرم جاری کیا ۔ آپ کی مایہ ناز تصنیف تفسیر ’’ ضیا ء القرآن‘‘ ہے جسے آپ نے 19 سال کے طویل عرصہ میں مکمل کی۔اس کےبعددوسری غیرمعمولی شُہرت یافتہ سیرت کےموضوع پرلکھی جانی والی’’ضیاء النبی‘‘مایہ ناز اوردورجدیدمیں اردو ادب کا بینظیر شہپارہ ہے اور بلا شک و شبہ اپنے سے ماقبل لکھے جانے والے ہر ادبی شہپارے سے اپنے اسلوب نگارش اور طرز تحریر میں نمایاں طور پر ممتازہے۔جہاں تک سیرت نگاری کا تعلق ہے تو ’’ضیاء النبی‘‘ اردو سیرت نگاری میں ایک درخشان اور ممتاز باب ہےاور موضوعاتی جامعیت کے اعتبار سے ’’ضیاء النبی‘‘ نہ صرف اردو زبان میں تحریرکردہ ہر کتاب سیرت طیبہ سے ممتاز حیثیت کی حامل ہے بلکہ اردو کتب سیرت پرفوقیت رکھتی ہےاور اس امرکا بھی باخوبی ادراک ہے کہ "ضیاء النبیﷺ" کی پہلی اور آخری دو جلدیں بے مثال ہیں۔ اورکتب سیرت کے مطالعہ میں کوئی بھی محقق ضیاءالنبی سے انحراف نہیں کرسکتا۔تاہم اولاًموضوع کی مناسبت سے علم الکلام کامختصرتعارف پیش کرتےہیں۔**

**لغوی اعتبار سے کلام ’’ک،ل،م‘‘ سے لیا گیا ہے- اَکَلَمٌ مصدر ہے اور یہ دو معنی کیلئے آتا ہے۔**

**۱۔ با معنی بات پر دلالت کرنا              ۲۔ زخمی کرنا**

**اصطلاح میں ’’ما یتلفظ به الانسان‘‘ یعنی ’’ انسان جس کے ساتھ تلفظ کرے ۔‘‘** [[[3]](#endnote-3)]

**اس کو کلام کہتے ہیں۔**

**علم الکلام میں عقائدو نظریات موجود ہوتے ہیں مگر عقلی دلائل کے ذریعے ان کی حقانیت ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ مزید وضاحت کیلئےعلم الکلام کی شرعی تعریف کرتےہیں۔**

**علم الکلام کی شرعی تعریف**

**’’ھُوَ عِلْمٌ التَّوْحِيْدِ وَالصَّفَاتِ الْمَوْسُوْمُ بِالْكَلَامِ الْمُنْجِىْ عَنْ غَياهبِ الشُّكُوْكِ وَ ظُلُمَاتِ الْاَوْهَامِ‘‘** [[[4]](#endnote-4)]

**’’وہ علم توحید والصفات جس کا نام کلام رکھا گیا ہے (وہ علم الکلام) جو شکوک کے اندھیروں اور وہموں کی تاریکیوں سے نجات دلانے والا ہے۔‘‘**

**یوں کہا جائےتوبجاہوگاکہ علم الکلام ایسا علم ہے جس کا مقصد اسلامی عقائد و نظریات کی حقانیت کو از روئے عقل محکم و مضبوط دلائل سے ثابت کرنا اور ان میں پیش آنے والی خرابیوں اور توہمات کو دور کرنا ہے تاکہ اسلامی عقائد کی اصل شکل برقرار رہے جو حضور نبی کریم (ﷺ)  اور صحابہ کرام و تابعین کے دور میں تھی۔** [[[5]](#endnote-5)]

**کلامیات سیرت کےمفہوم میں ڈاکٹرمحمودغازی لکھتےہیں:**

**’’کلامیات سیرت سےمراد وہ موضوعات ہیں جواصلاًعلم کلام سےتعلق رکھتےہیں،لیکن سیرت کےواقعات یاسیرت کےحقائق سے ان کاگہرااورقریبی تعلق ہے۔اسی طرح کلامیاتِ سیرت میں وہ واقعات بھی شامل ہیں جواصلاًسیرت تعلق رکھتےہیں۔ مگران کےمعانی و مطالب کےلئےکلام کامطالعہ ضروری ہے۔اس کی وجہ یہ ہےکہ سیرت کےبعض اہم واقعات کےبہت سےایسے پہلوہیں جوعلم کلام سے تعلق رکھتےہیں اورعلم کلام کےمباحث میں گئےبغیران میں سےواقفیت دشوارہے۔یہ مشترک موضاعات جوعلم کلام اورسیرت سے تعلق رکھتےہیں ان کوکلامیاتِ سیرت کےعنوان سےیادکیاجاسکتاہے۔‘‘** [[[6]](#endnote-6)]

**علم الکلام کا ارتقائی منازل**

**اسلام کے ابتدائی دورمیں علم الکلام کی حاجت نہ ہونے کے درج ذیل اسباب تھے:**

1. **رسولِ کریم ﷺکی صحبت کی برکت۔**
2. **صحابہ کرام اور تابعین کے عقائد کا پختہ ہونا۔**
3. **رسولِ کریم ﷺکے زمانے سے قریب ہونا۔**
4. **اختلافات کا کم ہونا۔**

**لیکن جیسے وقت عہدِ رسالت (ﷺ) سے دور جاتا گیا اور مختلف گمراہ فرق اور انکی گمراہ کن تاویلات زور پکڑنے لگیں تو علمائے حق نے ان کی بیخ کنی منطق و استدلالِ عقلیّہ سے ردکیا جس بنیادپرعلم الکلام کاآغاز ہوا۔**

**ابتدائی زمانہ میں عقلیات کازورکم تھااورلوگوں میں گمراہیات بھی کم تھی جوں زمانہ گزرافلسفہ اورعقلیات نےزورپکڑاتوعلماءنےبھی لامحدوداندازمیں ان کاردکیاعصرجدیدمیں بھی غیرمسلموں نےاسلام پربےجااعتراضات کئےوقت ضرورت محسوس کرتےہوئے پیرکرم شاہ الازہری نےان نظریات کااحسن انداز میں رد کیا۔**

**نسب رسالت مآبﷺ**

**جلد ہفتم سیرت طیبہ پر مستشرقین کے اعتراضات و الزامات کا تذکرہ ہے اور ان کے مدلل جواب دیے گئے ہیں۔ سب سے پہلے مستشرقین نے حفاظت حدیث پر جو اعتراضات کیے اور ان کے اس اعتراض کے رد میں تدوین حدیث کے تمام عہد اور کتاب حدیث کے مروجہ تمام طریقوں پر بحث کی گئی ہے اور احادیث طیبہ کے متعلق مستشرقین ہی کی مثبت آراء پیش کی گئی ہیں۔ اس کے بعد نبی کے نسب پر کیے گئے اعتراضات کا رد کرنے کے لیے نبی نسل اسماعیل سے ہونا تفصیلاً بیان کر دیا گیا ہے۔ نبی کریم کے سماجی مقام کو کم کرنے کے لیے آپ پر مرگی کے مریض ہونے کا الزام، آپ کے اخلاق و کردار پر حملے،**[**تعدد ازواج**](https://ur.wikipedia.org/wiki/%D8%AA%D8%B9%D8%AF%D8%AF_%D8%A7%D8%B2%D9%88%D8%A7%D8%AC)**پر مستشرقین کے اعتراضات اور حضور کی تمام فوجی مہموں، غزوات وسرایا پر کو نبی کی تشدد پسند کا روائیاں قرار دینے کا الزام، ان سب کی تردید کی گئی ہے اور قرآن، حدیث اور بائبل سے دلائل پیش کیے گئے ہیں۔ ساتھ ہی ساتھ مستشرقین جن کی نبی کے بارے میں منصفانہ رائے ہے ان کی نبی کی ذات اقدس کے بارے میں آراء بھی پیش کر دی گئی ہیں اور ان معاندین اسلام کا منہ توڑ جواب پیش کیا گیا ہے۔ ضیاء النبی ۱۹۹۴ء میں مقابلہ کتب سیرت میں اول مقام کی حقدار قرار پائی۔ عصر حاضر کی سیرت کتب میں یہ کتاب بلند درجہ رکھتی ہے۔ صاحب کتاب نے عربی، اردو اور انگریزی زبانوں سے اچھی واقفیت کی بنا پر کتاب میں ان تمام مآخذ سے استفادہ کیا ہے۔ نیز اس کتاب کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس کی چھٹی اور ساتویں جلد باقاعدہ مستشرقین پر قرآن وسیرت پر کیے گئے اعتراضات اور اسلام، قرآن وسیرت کے دفاع میں مدلل مدافعتی طرز پر تحریر کی گئی ہے۔ یہ پیر کرم شاہ الازہری کی ایک بہترین کاوش ہے۔**

**ضیاءالنبی میں رسول اللہﷺکےانساب کامختصرتعارف پیش کیاگیاہے اوراس بات کی وضاحت کی گئی ہےکہ کہاں سےکہاں تک نسب نامہ مصطفیٰ میں اختلاف نہیں ہےاورکس مقام پراختلاف واقع ہےمذکورہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے شجرۂ نسب کا حصہ اول ہی متفق علیہ ہے اوراسی میں کوئی اختلاف نہیں ہے اور وہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے اس لیے ہم ذیل میں (اوپر سے نیچے کی ترتیب سے) ان کی مختصر حیات اور چند خصوصیات اور زندگی کےکچھ اہم کارناموں کوبیان کررہے ہیں جو خاندان رسالت کی عظمت اور جاہ وجلال کو واضح کرنے کےلیے کافی ہوگا۔** [[[7]](#endnote-7)]

**نبوت کی ماہیت وحقیقت**

**پیرکرم شاہ الازہری امام غزالی کی تصنیف ’’المنقذمن الضلال‘‘کےحوالہ سے نبوت کی ماہیت وحقیقت بیان کرتےہوئے فرماتے ہیں:**

**’’** **پیر محمد کرم شاہ ان کی عبارت کا خلاصہ بیان فرماتے ہیں: ’’جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو الله تعالی کے ان گنت اور بے شمار جہانوں سے وہ بالکل بے خبر ہو تا ہے۔ اس میں سب سے پہلے لمس لینی چونے کی حس پیدا کی جاتی ہے اس قسم کی تخلیق سے موجودات کے متعدد انواع و اقسام اس پر بے حجاب ہو جاتے ہیں۔ وہ حرارت اور ٹھنڈ ک خشک و تری، علائم و درشت امور کا ادراک کرنے لگتا ہے۔ لیکن رنگ و روپ و نغمہ و صورت کی دنیا سے وہ محض بے خبر ہوتا ہے۔ اس کے نزدیک گویا ان اشیاء کا کوئی وجو وہی نہیں۔ پھر اس کو بینائی عطاء کی جاتی ہے۔ جس سے دور گلوں، شکلوں اور صورتوں کے عالم سے آگاہ ہونے لگتا ہے۔ اس سے اس کی دنیا پہلے سے وسیع تر ہو جاتی ہے لیکن آواز اور کسی شے کے شیر یں اور تلخ ہونے کا اسے کچھ پتہ نہیں ہو تا گویا صوت و آہنگ اور شیریں و تلح کاجہان اس کے لیے ابھی کتم عد م سے منصہ شہود پر آیاہی نہیں۔ بعد ازاں اسے ذوق کی نعمت سے نوازا جاتا ہے اب وہ پٹھے کڑوے پھیکے اور ترش و غیره آشیاء کو بھی پہچاننے لگتا ہے۔ اس طرح وہ قدم به قدم آگے بڑھتا رہتا ہے۔ جب اس کی عمر سات سال کے قریب ہوتی ہے تو اسے قوت تمیز سے بہرہ ور کر دیا جاتا ہے جس سے پہلے وہ بے بہرہ تھا۔ جب اس میں قوت تمیز کی آنکھ کھلتی ہے تو اسے ایک انوکھی حالت سے دوچار کر دیا جاتا ہے جو پہلے اسے میسر نہ تھی۔ صلاحیتوں کی نشوونما میں اس کی پیش رفت جاری رہتی ہے یہاں تک کہ وہ اس منزل تک بھی جاتا ہے جب عقل کی قوت اس میں تخلیق کی جاتی ہے اس قوت سے وہ واجبات ، فرائض ممکنات اور مستحيلات و غیر و امور پر آگاہی حاصل کرنے کے قابل ہو جاتا ہے۔ امام فرماتے ہیں:’’ اس عقل و فہم کی حالت سے ماوراء ایک اور حالت ہے جس میں انسان کی وہ آنکھ کھلتی ہے جس سے وہ امور غیبیہ کو اور جو کچھ آئندہ مستقبل میں وقوع پذیر ہونے والا ہے اس کو دیکھنے لگتا ہے۔ یعنی وہ امور کہ جن کو سمجھنے سے عقل عاجز تھی جس طرح قوت تمیز عقل مدرکات کے فہم سے عاجز تھی بعینہ اسی طرح حواس ظاہری مدارکات تمیز پالینےسے بے بہرہ اور بے بس تھے۔‘‘**[[[8]](#endnote-8)]

**اس مفصل بحث کا خلاصہ جت الاسلام امام غزالی اس طرح بیان فرماتے ہیں: ۔’’ جس طرح عقل انسان کی ایک مخصوص حالت کا نام ہے جس سے انسان کو وہ آنکھ ملتی ہے جس سے وہ معقولات کے مختلف انواع کو دیکھنے لگتا ہے جن کے ادراک سے حواس بے بہرہ ہوتے ہیں پس نبوت بھی اسی طرح ایک مخصوص حالت کا نام ہے۔ جس میں نبی کو وہ آنکھ ارزانی ہوتی ہے جو روشن اور بینا ہوتی ہے جس کے انوار کی روشنی میں غیب اور وہ امور نظر آنے لگتےہیں جو عقل کی رسائی سے بالا ترہیں۔‘‘**[[[9]](#endnote-9)]

 **معجزات کی ماہیت و حقیقت**

**الله تعالی جب اپنے کسی مقبول بندے کو دعوت حق کے لیے منتخب فرماتا ہے تو اس کی ذات کو گوناں گوں خوبیوں کا مرقع زیبابناکر بھیجتا ہے۔ اس میں کوئی جسمانی عیب نہیں ہوتا، جس کی وجہ سے لوگ اس سے نفرت کریں ۔ اسی طرح اس کا کردار بھی اتنا بے داغ اور دل رہا ہوتا ہے کہ سلیم الطبع لوگ اس کی دعوت کو قبول کرنے میں ذرا جھجک محسوس نہیں کرتے۔ در حقیقت اس ہستی کے قول و فعل ہی اس کی صداقت کی سب سے بڑی دلیل ہوتی ہے۔ لیکن بعض لوگ اتنے متعصب اور ہٹ دحر م ہوتے ہیں کہ وہ دعوت حق کو کسی طرح قبول کرنے لیے آمادہ نہیں ہوتے .حق اگرچہ ان کے سامنے آفتاب عالم تاب کی طرح عیاں ہوتا ہے۔ لیکن ان کے ذاتی مفادات ، ان کے علا قائی اغراض، نسبی اور لسانی عصبیت انہیں اجازت نہیں دیتی، کہ وہ اس دعوت کے سامنے سر تسلیم خم کر دیں، جس کی صداقت کا انکار کرنے کی انہیں ہمت نہیں ہوتی۔ سرور عالم ، ہادی برحق ﷺجب ہجرت کر کے مدینہ تشریف فرما ہوئے تو یہودیوں کے علماء اچھی طرح جانتے تھے کہ آپ وہی نبی موعود اور رسول منتظر ہیں جن کا ان کی آسانی کتب میں بار بار وعدہ فرمایا گیا ہے لیکن ان کی ہٹ دھرمی ان کی اجازت نہیں دیتی تھی کہ وہ اس نبی مکرم پر ایمان لے آئیں، جس کے نام کا واسطہ دےکر وہ اللہ تعالی سے دشمنوں پر غلبہ کی دعائیں مانگا کرتے تھے۔ یہ تو اہل کتاب کا طرز عمل تھا جو انہوں نے حضور ﷺ کے بارے میں اپنایا تھا اور حضورﷺسے پہلے جو انبیاء کرام تبلیغ کے لیے تشریف لائے ان کے ساتھ بھی کم و بیش ان کی امتوں کا نہیں طرز عمل تھا چنانچہ قرآن کریم نے سورہ مجھ میں ارشاد فرمایا :**

’’وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِي شِيَعِ الْأَوَّلِينَ ، وَمَا يَأْتِيهِمْ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ‘‘ [[[10]](#endnote-10)]

’’اور بیشک ہم نے آپ سے پہلی امتوں میں بھی رسول بھیجے تھے۔ اور ان کے پاس جب بھی کوئی رسول آتا تھا تو وہ اس کا مذاق اڑاتے تھے۔ ‘‘

**اللہ تعالی نے تمام انبیاء ورسل کی صداقت کو ثابت کرنے کے لیے انہیں معجزات عطاء فرمائے ، نبی آخر الزماںﷺ کو جن لوگوں سے واسطہ پڑا تھا، اسلام دشمنی میں وہ اپنے پیش رووں سے کم نہ تھے۔ پیغمبر اسلام ﷺ اور فرزندان اسلام کے خلاف ان کے دلوں میں بغض و عنادو کے جو آتش کدے بھڑک رہے تھے وہ ان کو اجازت نہیں دیتے تھے کہ ان کو صادق و امین کے باوجود ان کی دعوت کو قبول کریں۔ ایسے ضدی اور ہٹ دھر م دشمنان دین و ایمان کو دعوت حق کے سامنے سر تسلیم خم کرنے پر آمادہ کرنے کے لیے اللہ تعالی نے اپنے حبیب ﷺ کو بھی معجزه کا ہتھیار عطا فرمایا۔ اس کے بعد جسٹس پیر محمد کرم شاہ معجزہ کی یوں تعریف کرتے ہیں: ۔ مجید کی تعریف معجزه اس امر کو کہتے ہیں: ’’جو عادت کے خلاف وقوع پذیر ہو ، اور معجزہ و کھانے والا منکر ین کو اس معجزہ کے ذریعے چیلنج کرے کہ اگر تم مجھے اللہ کا سچار سول نہیں سمجھتے تو میرے چیلنج کو قبول کرو۔“** [[[11]](#endnote-11)]

**مذکورہ تعریف میں علمائے اسلام کے نزدیک معجزہ اس کو کہا گیا ہے جو عادت کے خلاف ہو، معجز کی یہ تعریف نہیں کی گئی جو عقل کے خلاف ہو، جو لوگ معجزات کا انکار کرتے ہیں وہ بغیر سمجھے قرآن پاک کی اس قسم کی آیات سے استدلال کرتے ہیں : ’’** وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللَّهِ تَبْدِيلًا **‘‘** [[[12]](#endnote-12)]**کہ اللہ تعالی کے طریقہ کار میں کوئی تبدیلی رو پذیر نہیں ہوسکتی۔’’** وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللَّهِ تَحْوِيلًا **‘ ‘** [[[13]](#endnote-13)]**اور تم اللہ کے طریق کار میں کوئی تغیر نہیں پاؤگے۔**

**اس قسم کے معجزات اللہ تعالی نے اپنے تمام انبیاء ورسل کو عطاء فرمائے ، ان معجزات کو دیکھ کر وہ لوگ جن کے دلوں میں حق قبول کرنے کی ادنیٰ سی رمق بھی ہوتی وہ کفروعناد سے باز آکر حق کے سامنے سر تسلیم ثم کر لیتے۔پیر محمد کرم شاہ الازہری نے دو قسم کے معجزات کو کر فرمایا ہے۔**

**(۱) عالم علوی سے متعلق معجزات**

**( ۲)عالم سفلی سے متعلق معجزات**

**ذیل میں عالم علوی سے متعلق معجزات کی چند مثالیں بیان کی جاتی ہیں:**

**’’اللہ تعالی نے جس طرح اپنے حبیب مکرم ﷺ کو دیگر جملہ انبیاء ورسل پر فضیلت عطاء فرمائی تھی اور اعلیٰ مراتب پر فائز کیاتھا اور حضور ﷺکی دعوت عامہ کو زمانی اور مکانی حد بندیوں کا پابند نہیں کیا تھا اسی طرح سرور عالم ﷺ کے معجزات بھی بے حد و بے شمار ہیں اور ان میں سے کثیر تعداد حد تواتر کو پہنچی ہوئی ہے۔ سرور عالمﷺ کے وہ معجزات جو کثیر التعداد صحابہ نے اور ان سے پھر تابعین ، ان سے تبع تابعین نے اسی طرح روایت کیے ہیں ان کے قلمی ہونے پر کسی کو شک و شبہ نہیں اور وہ معجزات جو اخبار احاد سے کم تک ہیں علمائے حدیث نے تحقیق کے جو قواعد و ضوابد مقرر کیے ہیں ان پر جس معجزہ کی روایت میں ثابت ہوتی ہے اس کے سائے میں کیا سچا مومن کو انکار نہیں ہو سکتا۔ اس لیے ہمارے سامنے ان روایات کا ایک بہت بڑاذخیرہ ہے جن میں صحابہ کرام نے اور ان کے شاگردوں نے اپنے آقا و مولی ﷺ کے معجزات بیان کیے ہیں۔ جن کا صدق دل سے مطالعہ کیا جائے تو سرور کائنات فخر موجودات کی عظمت کا نقش دل پر ثبت ہو جاتا ہے۔**

**حضور ﷺ کا معجزه قرآن**

**جب محبوب رب العالمین ﷺکی بعثت کا زمانہ آیا اور اس کے لیے نگاہ قدرت نے جزیرہ عرب کو منتخب فرمایا تو وہاں کے کہنے والوں کو فصاحت و بلاغت میں جو ملکہ عطاء فرمایا گیا تھا کوئی قوم ان کی ہمسری کا دعوی نہیں کر سکتی تھی۔ اپنے اسی جو ہر فصاحت پر ناز کرتے ہوئے ابل عرب اپنے سوا تمام اقوام عالم کو عجمی یعنی گونگاکہا کرتے تھے۔ اور اہل عرب فصاحت و بلاغت کے میدان کے شاہ سوار تھے۔ وہ اشعار اور جملوں کے الطائف و باریکیوں سے پوری طرح آگاہ تھے اس لیے ان کی ہدایت کے لیے الله تعالی جو علیم بھی ہے اور حکیم بھی نےاپنے نبی کریم ﷺوہ معجزہ عطاء فرمایا ہے ہم قرآن مجید فرقان حمید کہتے ہیں۔ جو فصاحت و بلاغت کا ایک عدیم المثال نمونہ تھی۔ اس کی کی قدر و منزلت وہی لوگ جان سکتے تھے جو اس بحر کے غواص تھے اور جب وہ دیکھتے تھے کہ قرآن کریم کی جو آیتیں انہیں پڑھ کر سنائی جارہی ہیں وہ انہی الفاظ و کلمات سے مرکب ہیں جن سے ان کے اشعار یا خطبے مرکب ہوتے ہیں لیکن قرآن کریم کے اند از فصاحت کے مقابلہ میں ان کا کلام کو کوئی معنی نہیں رکھتا توان کے لئے اس نتیجہ پر پہنچنا کوئی مشکل نہ رہتا کہ یہ کسی انسان کا کلام نہیں ورنہ ہم بھی اپنی انفرادی اور اجتماعی کوششوں سے اس جیسا کلام پیش کر سکتے بلکہ یہ اللہ کا کلام ہے۔‘‘ پیر محمد کرم شاہ الاز ہری نے اعجازقرآن کی جو وجوہات بیان کی ہیں ، جن میں سے چند درج ذیل ہیں:**

 **قرآن کریم کے معجزہ ہونے کی ایک وجہ ایمان ہے۔ اور ایجاز کا مفہوم علمائے معانی نے یہ بیان کیا ہے۔**

**" الفاظ کی تعداد بہت کم ہو اس کے باوجود اس کے دامن میں لطائف و حکم کے جو سمندر ٹھاٹھیں مار رہے ہوں وہ بے کراں ہوں۔‘‘**

 **چند الفاظ میں کثیر التعداد معنی کو سمو دیا گیا ہو۔ مثال کے طور پر اس آیت قرآنی کا مطالعہ فرمائیں:**

**’’** وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيَاةٌ **‘‘** [[[14]](#endnote-14)]

**اس میں صرف تین الفاظ ہیں لیکن اس میں جو معانی و معارف بیان کیے گئے ہیں ان کی کوئی انتہاء نہیں۔ ان دو کلمات میں قاتل کی سزابھی بیان کر دی اور اس میں جو حکمتیں مضمر ہیں ان کو بھی واضح انداز میں بیان کر دیا۔ اس آیت کریمہ میں قانون قصاص کی علت و حکمت بیان کی جاری ہے یعنی اگر بے گناہ قتل کرنے والے کو اس کے جرم کے برابر پوری سزا نہیں دی جائے گی تو اس کا حوصلہ بڑھے گا اور مجرمانہ ذہنیت کے دوسرے لوگ بھی نڈر ہو کر قتل و غارت کا بازار گرم کر دیں گے لیکن اگر قا تل کو اس کے جرم کے بدلے قتل کر دیا جائے تو دوسرے مجرم بھی اپنا بھیانک انجام دیکھ کر باز آجائیں گے۔ اسی طر ح ایک قاتل کو قتل کرنے سے بے شمار معصوم جانیں قتل و غارت سے بچ جائیں گی۔ ۔ قرآن کریم کے معجزہ ہونے کی دوسری وجہ قرآن کا اور غیبیہ پر آگاہ کرتا ہے۔**

**’’**إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ **‘‘** [[[15]](#endnote-15)]

**’’ بے شک ہم نے اتارا ہے اس ہو کر قرآن مجید) کو اور یقینا ہم بھی اس کے محافظ ہیں۔‘‘**

**چودہ صدیاں گزر چکی ہیں اس عرصہ میں سیکڑوں خونی انقلابات برپا ہوئے ، کئیں خاندان عزت کے آسمان پر چمکے اور غروب ہو گئے کئیں بستیاں آباد ہوئیں اور اجڑ گئیں، اس کے باوجود الله تعالی نے جو وعدہ فرمایا تھا اس کے مطابق کتاب مقدس کی حفاظت فرمائی۔ بڑی بڑی اسلام دشمن طاقتیں بر سر اقتدار آئیں اور کوشش کے باوجود اس کے ایک نقطہ کو بھی نہ بدل سکیں ۔ کیا یہ بات اس دعویٰ کی روشن دلیل نہیں ہے کہ جس نے یہ آیت نازل کی وہ کوئی انسان نہیں بلکہ ساری کائنات کا خالق و مالک ہے اور اس نے جو وعدہ فرمایا، دنیا کی کوئی طاغوتی طاقت اس کے خلاف نہیں کر سکتی۔ جس نے اس کتاب کو اتارا وہی اس کی ہرتحریف اور ہر تغیر و تبدل سے حفاظت کرنے والا ہے۔ قرآن کریم کے کلام الہی ہونے کی اس سے بڑی دلیل اور کیا ہو سکتی ہے۔**

 **عالم سفلی سے متعلق معجزات کی مثالیں**

**غزوہ خیر کا مشہور واقعہ ہے کہ جب بار بار کی کوشش کے باوجود ایک قلعہ فت نہ ہو تو الله کے محبوب رسول ﷺ نے فرمایا:**

 **’’کل میں ایسے شخص کو جھنڈا دوں گا جو الله اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اور جس سے الله اور اس کا رسول بھی محبت کرتے ہیں، اس کے ہاتھ پر الله تعالی لشکر اسلام کو فتح عطاء فرمائیں گے۔‘‘** [[[16]](#endnote-16)]

**پھر سرکار دو عالم ﷺ نے حضرت علی المرتضی کو بلا بھیجا وہ آشوب چشم کی بیماری میں مبتلا تھے آپ کا ہاتھ پکڑ کر آپ کو حضور ﷺ کی بارگاہ میں لایا گیا۔ رحمت عالم ﷺ نے علی المرتضی کے سر کو اپنی گود مبارک میں رکھا پھر آپ کی دونوں آنکھوں میں لعاب دہن ڈالاء دور کانام و نشان تک نہ رہا۔ آنکھوں کی سرخی غائب ہو گئی اور یوں معلوم ہو تا تھا کہ آپ کو آشوب کی کبھی شکایت ہوئی ہی نہیں ۔**

**حضور ﷺ نے اپنی زبان فیض ترجمان کو جنیش دی، چند کلمات اپنے رب کریم کی بارگاہ میں عرض کیسے اور لوگوں کی بگڑی بنادی۔ شقاوت کو سعادت میں بدل دیا، کفر و شرک کے اندھیروں سے نکال کر شاہرائے ہدایت پر گامزن کر دیا۔ اور دلوں کو جذبات محبت سے لبریز کر دیا اور دلوں کو وہ بینائی بخشی جو حق و باطل میں اس طرح باآسانی اختیار کر سکے جس طرح ظاہری آنکھیں سفید و سیاہ میں اختیار کر سکتی ہیں۔ یہ معجزات بھی کثرت سے ظہور پذیر ہوئے اور محدثین کرام نے ان کو بڑے ذوق و شوق اور بڑی احتیاط کے ساتھ اپنے صحف نیزہ میں قلم بند گیا۔ امام بخاری اور مسلم دونوں نے وہ دعاء نقل کی ہے جس سے رحمت عالم ﷺ نے حضرت ابن عباس کو سرفراز فرمایا تھا:**

**’’ اےالله ابن عباس کو دین کی سمجھ عطاء فرما‘‘** [[[17]](#endnote-17)]

**یہ دعاء یوں مقبول ہوئی کہ وہ حبر اور ترجمان القرآن کے لقب سے مشرق و غرب میں مشہو ور ہوئے ۔ علم تفسیر ، فقه میراث، عرب کے اشعار اور ان کے مشہور تاریخی دنوں کو ان سے بہتر جانے والا کوئی اور نہیں تھا۔ یہ سب سرور عالم ﷺکی دعاء کی برکت کا نتیجہ تھا۔**

 **خصائص نبوی ﷺ کی ماہیت و حقیقت**

**پیر کرم شاہ الازہر ی خصائص مصطفی ﷺسے متعلق امام فخر الدین رازی کا قول نقل فرماتے ہیں:**

**نبی کے خواص تین ہیں:**

**اس کی قوت عاقلہ :یعنی نتیجہ پر پہنچے کے لیے جن مقدمات کو مرتب کرنے کی ضرورت ہو وہ بڑی سرعت کے ساتھ ان کو مرتب کرتا جائے اور کسی غلطی اور خطاء کا ارتکاب کے بغیر وہ کسی نتیجہ پر پائی جائے۔**

**نبی کی دوسری خصوصیت یہ ہے کہ حالت بیداری میں فرشتوں کو دیکھتا ہے اللہ کے کلام کو سنتا اور غیب کی خبر ہیں جن کا تعلق زمانہ ماضی حال یا مستقبل سے ہے ان کی خبر دیتا ہے۔**

**نبی کی تیسری خصوصیت یہ ہے کہ اس کی ذات اس جہان کے مادہ میں ہر قسم کا تصرف کرنے کی قدرت رکھتی ہے۔ یعنی وہ چشم زدن میں لکڑی کے ایک ڈنڈے کو اژدہا بنادیتا ہے اور پانی کوخون میں تبدیل کرتا ہے۔** [[[18]](#endnote-18)]

 **ازدواج سے متعلق مباحث کا جائزه**

**جب اسلام کا آفتاب طلوع ہوا تو انسانی زندگی کے اکثر شعبوں کی طرح یہ شعبہ بھی بغیر کسی قاعدے کلیہ کے چل رہا تھا۔ ایک مردکی کئی کئی بیویاں ہوتی تھیں اور ایک عورت کے کئی کئی خاوند ہوتے تھے اس صورت حال سے انسانی معاشرہ جس کم کے مسائل سے دو چار ہو سکتا ہے اس کے تصور میں سے انسان کے رونگٹے کھڑےہو جاتے ہیں۔ اسلام نے اس شعبہ کے لیے تفصیلاً قوانین پیش کیے ، عورت کو ایک سے زیادہ خاوند رکھنے سے منع کیا۔ مرد کے لیے بیویوں کی تعداد مقرر کیا۔ ایک سے زیادہ بیویاں رکھنے کے لیے شرائط مقرر کیں۔ اللہ تعالی نے مردوں کو بیو یوں کی تعداد کے متعلق یہ حکم دیا:**

**’’**وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامَى فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنَى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ذَلِكَ أَدْنَى أَلَّا تَعُولُوا **‘‘** [[[19]](#endnote-19)]

 **’’** اگر تمہیں یہ اندیشہ ہو کہ تم یتیم لڑکیوں میں انصاف نہ کرسکو گے تو تمہیں جو عورتیں پسند ہوں ان سے نکاح کرو ،دو ، دو سے تین تین سے اور چار چار سے ‘ پس اگر تمہیں یہ خدشہ ہو کہ تم (ان میں) عدل نہ کرسکو گے تو (صرف) ایک سے نکاح کرو ،یا اپنی مملوکہ کنیزوں سے استمتعاع کرو یہ اس سے زیادہ قریب (بہ صحت) ہے کہ تم کسی ایک کی طرف جھک جاؤ **‘‘**

**لیکن مستشرقین نے اسلام کی ان نورانی تعلیمات کا اعتراف کرنے کی بجائے ان تعلیمات کو اسلام اور پیغمبر اسلام کے خلاف زہر یلے پراپگینڈہ کے لیے استعمال کیا۔ مستشرقین چوں کہ قرآن حکیم کو حضور ﷺ کے ایمان کی اختراع قرار دیتے ہیں اس لیے وہ ان قرآنی آیات کو بھی حضور کے کردار کو داغ دار کرنے کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ تعدد ازواج کے مسئلہ پر وہ تین پہلوئوں سے حضور ﷺاور آپ پر تین پہلووٗں سےحملہ کرتے ہیں:**

**اولاً : ایک سے زیادو بیویاں رکھنے کی اجازت کو خواہش پرستانہ تعلیم قرار دے کر اسلام پر حملہ کرتے ہیں۔**

 **ثانیا: حضور ﷺ پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے اپنی امت کے مردوں کے لیے جو بیویوں کی حد مقرر کیا آپ نے خود اس پر عمل نہیں کیا اور اپنے لیے بیویوں کی تعداد کی کسی حد کو قبول نہیں کیا۔**

**ثالثاً: حضرت زینب سے حضور ﷺ کی شادی کو ایک افسانه محبت بناکر پیش کرتے ہیں۔ اور اس طرح حضور ﷺکوبنده خواہشات ثابت کرنے کی کو شش کرتے ہیں۔**

 **تعدد ازواج کے اسلامی قانون پر مستشرقین کے تبصرے**

**اسلام نے مسلمانوں کی ازدواج زندگی کے لیے جو حکیمانہ احکام دیئے ہیں ان تعلیمات سے مستشرقین نے اپنے خیال کے زور پر جو نتائج اخذ کیے ہیں ان کی وضاحت کرتے ہوئے منٹگمروی واٹ لکھتا ہے۔**

**’’ایک خاوند اور کئی بیویوں پر مشتمل گھرانہ جو مدتوں عیسائیوں کی نظروں میں اسلامی معاشرے کی خصوصی پہچان رہا وہ محمد ﷺ کے ذہن کی اختراع تھی۔ ممکن ہے آپ ﷺسب سے پہلے اس کی چند مثالیں موجود ہوں لیکن یہ رسم عام نہ تھی اور خصوصاً اہل مدینہ کے لیے یہ بات بالکل نئی تھی۔‘‘** [[[20]](#endnote-20)]

 **منٹگمری واٹ سورہ نساء کی وہ آیت جس میں چار تک بیویوں کی اجازت دی گئی ہے اس پر تبصرہ کرتا ہے:**

**دل چسپ نکتہ یہ ہے کہ یہ آیت لا محدود کثرت ازواج کی سابقہ رسم کی حد بندی نہیں کر رہی، جن لوگوں کی چھ یا دس بیویاں تھیں یہ آیت ان سے یہ نہیں کہہ رہی کہ تمہیں چار سے زیادہ بیویاں رکھنے کی اجازت نہیں اس کے برعکس جن لوگوں کی ایک بیوی تھی یا دس بیویاں تھیں یہ آیت ان لوگوں کی حوصلہ افزائی کر رہی ہے کہ وہ چار چار شادیاں کریں اس آیت میں کسی پرانی رسم پر پابندی نہیں لگائی جارہی بلکہ ایک چیز متعارف کرائی جارہی ہے۔‘‘** [[[21]](#endnote-21)]

 **تعدد ازواج کی رسم اسلام سے پہلے**

**منٹگمری واٹ کے جو اقتباسات درج کیے گئے ہیں ان میں وہ یہ ظاہر کرنے کی کو شش کر رہا ہے کہ تعدد ازواج کا قانون اسلام کی اختراع ہے۔ اسلام سے پہلے یہ قانون عام نہیں تھا اور خصوصا مدینہ کے لوگ تو تعدد ازواج کے قانون سے کلیۃً ناآشنا تھے۔ منٹگمری واٹ کا یہ کہنا نہ صرف غلط ہے بلکہ جھوٹ بھی ہے اور تاریخ کے ساتھ مذاق بھی ۔ حقیقت یہ ہے کہ اسلام سے پہلے نہ تو بیویوں کی تعداد پر کوئی پابندی تھی اور نہ ہی ایک سے زیادہ بیویاں رکھنے کے لیے کوئی شرط تھا۔ ہر مرد آزاد تھا کہ جتنی چاہے بیویاں رکھے اور ان کے ساتھ جو چاہے سلوک کرے۔ منٹگمری واٹ جو دعویٰ کر رہا ہے کہ اسلام سے پہلے عربوں میں ایک سے زیادہ بیویوں کا رواج نہ تھاوہ خود تسلیم کرتا ہے کہ اسلام سے پہلے بھی ایک خاوند کی ایک سے زیادہ بیویاں ہوئی تھیں وہ لکھتا ہے:**

**’’کہا جاتا ہے کہ طائف کے ایک آدی کی دو بیویاں تھی اور بظاہر یہ نظر آتا ہے کہ وہ سب بیک وقت اس کے نکاح میں تھیں۔‘‘** [[[22]](#endnote-22)]

 **لیکن منٹگمری واٹ یہ تسلیم کر لینے کے بعد کہ ایک آدمی کی دس بیویاں تھیں یہ کہتا ہے کہ ہمیں معلوم نہیں کہ یہ دس کسی سماجی نظام کےمطابق تھیں اس لیے ہم اس ایک ایک آدمی کے عمل کو عام قانون تصور نہیں کر سکے اس گفتگو سے منٹگمری واٹ نے نتیجہ نکالاجاتا ہے کہ مدینہ میں یہ رواج نہیں تھا کہ ایک آدمی کی ایک سے زائد بیویاں ہو تیں جو اس کے ساتھ ان کے گھر میں تھیں ۔ یہاں منٹگمری واٹ نے اپنے موقف کی مخالفت کرنے والی دلیل کو توڑ مروڑ کر اپنے حق میں استعمال کیا ہے۔ جو لوگ تاریخی حقائق سے اس طرح کے نتیجے نکال سکتے ہیں وہ کچھ بھی کہے سکتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ خداکے دین اور اس کے پیغمبرکی ذات میں وہی شخص کیڑے نکال سکتا ہے جس کا معیار تحقیق یہی ہو ۔ ورنہ حقیقی محقق نہ رات کو دن کہہ سکتا ہے اور نہ ہی سورج کوبےنور کہنے کی جسارت کر سکتا ہے۔اسی طرح مستشرقین بائبل کا بنظر غور مطالعہ فرمانے کی زحمت گوارا کریں تو انہیں بے شمار ایسی مثالیں ہیں جہاں ایک آدمی کی کئی کی بیویاں تھیں۔ حضرت یعقوب ، حضرت سلیمان اور حضرت داؤو کی متحد و از دان پر بائبل گواہ ہے۔ فرانس کے بادشاہ عیسائی تھی اور کلیسا ان کا پورا پورا احترام کرتا تھا۔ ان فرانسیں بادشاہوں کی بھی کئی کئی بیویاں تھیں۔ اس گفتگو سے ثابت ہوا کہ اسلام سے پہلے تعدد ازواج کی رسم بغیر کی قید اور ضابطہ کے دنیا بھر میں موجود تھی اور کی مذہب نے اس کی بیخ کنی کی کوشش نہیں کی تھی۔ یہ شرف اسلام کو حاصل ہے کہ اس نے اس رسم کی تمام شکلوں کو ممنوع قرار دے دیا جن سے فر دیا معاشرہ کا سکون بر باد ہو سکتا تھا جن سے نسب میں اختلاط کا اندیشہ تھا یا جن کی وجہ سے مقاصد زوجیت فوت ہونے کا خطرہ تھا۔** [[[23]](#endnote-23)]

**غزوات و سرایا**

**مستشرقین نے اذن جہاد کے حوالے سے اسلام کے خلاف زبردست پروپیگنڈہ کیا ہے۔ اسلام نے اپنے پیرو کاروں کوجہاد کا جو حکم د یا ہے اس سے وہ یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ اسلام نے لوگوں کو بزور شمشیر مسلمان بنانے کی کوشش کی ہے۔ اور وہ یہ تاثر دینے کی بھی کوشش کرتے ہیں کہ الہامی د ین کہلوانے کامستحق صرف مذہب عیسائیت ہے۔ جس نے ایک رخسار پر تھپڑ کھانے کے بعد دوسرارخسار جارح کے سامنے پیش کرنے کا حکم دیا ہے۔ اسلام کو الہامی دین کیسے کہا جا سکتا ہے جب کہ اس نے تلوار اٹھانے کی اجازت دے دی ۔ عیسائیت کے برعکس اسلام کے تلوار کے زور سے پھیلنے کے متعلق جارج سیل ان خیالات کا اظہار کرتا ہے۔**

**"اسلام کے انسانی زبان کے اختراع ہونے کا یہ بہت بڑا ثبوت ہے کہ اسلام نے اپنی تر و یج و اشاعت کے لیے کلیۃً تلوار پر انحصار کیا۔ اور عیسائیت کے الہامی دین ہونے کی یہ بہت بڑی دلیل ہے کہ وہ شخص اپنی صداقت کے زور پر دنیا کی تمام طاقتوں کی مخالفت کے باو جو زندہ رہا۔‘‘** [[[24]](#endnote-24)]

**منٹگمری واٹ نے اپنی مختلف تحریروں میں زور و شور سے یہ ثابت کرنے کی کو شش کی ہے کہ ہجرت کے بعد مسلمانوں کو کوئی معقول ذریعہ معاش نہ تھا اس لیے انہوں نے عربوں کے دستور کے مطابق تجارتی کاروانوں کو لوٹنے اور مختلف قبائل پر ڈاکے ڈالنے کا پیشہ اختیار کیا۔ وہ لکھتا ہے**

**’’کہ بدر کی مہم سمیت بہ مہمیں ڈاکے تھے اور ان کا مقصد یہ تھا کہ غیر ضروری خطرات مول لیے بغیر مال غنیمت اکٹھا کیاجائے۔‘‘**[[[25]](#endnote-25)]

**مستشرقین کی تحریروں کے ان اقتباسات سے یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ ان کو اسلام اور پیغمبر اسلام پر دوبڑے اعتراض میں:**

 **یہ کہ حضور ﷺکی ایک مذہبی رہنما ہو کر تلوار کی طرف متوجہ ہوئے اور آپ نے اپنے دین کی اشاعت کے لیے تلوار کو استعمال کیا۔ جب کہ آپ کو چاہیے تھا کہ آپ ﷺحضرت عیسیٰ کی طرح تلوار کی نہیں بلکہ امن کی دعوت دیتے۔**

 **مستشرقین کو یہ اعتراض ہے کہ مسلمانوں نے تلوار کو صرف اپنے دین کی تبلیغ کے لیے ہی استعمال نہیں کیا۔ بلکہ انہوں نے تلوار کو ذریعہ معاش بھی بنایا اور انہوں نے ڈاکہ زنی کو بطور پیشہ اختیار کیا۔ یہاں پر ہم پہلے اعتراض کا جواب پیش کریں گے۔**

**ہم مستشرقین کو علم و عقل کا واسطہ دے کر ان سے پوچھتے ہیں اگر تلوار کے زور سے لوگوں کو مسلمان بنانا مقصود ہو تو کیا حضور ﷺفتح مکہ جیسے تاریخی موقع کو اس مقصد کے لئے استعمال نہ کرتے۔ مستشرقین جو الزام اسلام پر لگانا چاہتے ہیں اس کاصحیح مصداق تو ان کا اپنا پیارادین عیسائیت ہے۔ عیسائی پوپ اور پادری اپنے دین کو بطور شمشیر پھیلا ناچاہتے تھے یہی وجہ ہے کہ جن جن ممالک میں عیسائیوں کی حکومتیں قائم ہو میں وہاں سے ان تمام مذاہب کا صفایا ہو گیا جو عیسائیت کی حکومت قائم ہونے سے پہلے اس علاقہ میں موجود تھے۔سپین میں جب مسلمانوں کے اقتدار کا سورج غروب ہوا اور عیسائیت کے ہاتھوں اقتدار آیا تو سپین میں موجود مسلمانوں کے سامنے دو ہی راستے رہ گئے کہ یا تو اپنا دین چھوڑ کر عیسائیت قبول کریں یا اپنے دین کی خاطر آگ کے پلتے ہوئے شعلوں میں جائیں ۔ اسلام کے اپنی تعلیمات کی کشش کے زور پر پھیلنے اور اشاعت اسلام میں تلوار کا عمل دخل نہ ہونے کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ آج امریکہ ساری و نیاکا چو ہد ری بنا ہوا ہے او نیاکا شاید ہی کوئی ملک ایسا ہو جس کی داخلی پالیسیوں میں مداخلت کرنا امریکہ اپنا حق نہ سمجھتا ہو۔ آج دنیا میں کوئی مسلمان حکومت ایسی نہیں جو امریکہ کے شہریوں کو بزور شمشیر مسلمان بنانے کی طاقت رکھتا ہو، لیکن اس کے باوجود امریکہ میں اسلام تیزی سے پھیل رہا ہے ، یورپ کا کوئی ملک ایسا نہیں جس کی فضاواں میں اذان کی آواز نہ گونجتی ہو اور دنیا کی کوئی قوم ایسی نہیں کہ جس کے کثیر افراد نے کلمہ طیبہ پڑھ کر اسلام کے دامن میں پناہ نہ لیا ہو۔ حق یہ ہے کہ حضور ﷺ کے پاک دامن پر الزام لگانے والے جس طرح اپنے دیگر الزامات میں جھوٹے ہیں اسی طرح ان کا یہ الزام بھی جھوٹا ہے کہ حضور ﷺ نے اپنے دین کی اشاعت کے لیے تلوار استعمال کیا۔ حضورﷺکادامن دیگر الزامات کی طرح اس الزام سے بھی پاک ہے ۔** [[[26]](#endnote-26)]

**خلاصہ کلام**

**سیرت رسول ﷺ پر عمل کرنا ہر مسلمان پر لازم ہے۔**

 **غیر مسلموں کے رد کے لیے علم کلام کو جاننا ضروری ہے۔**

 **سیرت نگاروں نے علم کلام پر مدلل مباحث کی ہیں، جن کا گہرائی سے مطالعہ ضروری ہے۔**

 **رسول الله سلم کی ذات کے بارے میں غیر مسلموں کے جملہ اعتراضات کا علم ہونا نیز ان کے رد کا طریق کار بھی معلوم ہونا لازم ہے۔**

**کلامیات سیرت کے مفہوم اور موضوعات کا جاننا ضروری ہے۔**

 **دور جدید میں جب ہر بات کو عقل پر پرکھا جارہا ہے تو اس پس منظر میں بھی علم الکلام کو جاننا لازم ہے۔**

**اسلام اور سیرت رسول ﷺ پر کیے گئے اعتراضات کو حقیقی معنوں میں علم الکلام کی روشنی میں رد کیا جاسکتا ہے۔**

**حوالہ جات**

1. [[]] **PhD Scholar, Dept of Islamic Learning, University of Karachi, anwarulhaqabbasi304@yahoo.com** [↑](#endnote-ref-1)
2. [[]] **M.phil, Islamia University of Bhawalpur** [↑](#endnote-ref-2)
3. []۔ **المنجد خزینہ علم و ادب لاہور، ص۷۴۵** [↑](#endnote-ref-3)
4. []۔ **جرجانی،علی بن محمد،التعریفات،دارالقلم ،بیروت۱۹۸۳،ص۴۵۸** [↑](#endnote-ref-4)
5. []۔ **ابو عمار زاہد الراشدی،علم الکلام اور اس کے جدید مباحث ماہنامہ الشریعہ اپریل ۲۰۱۳، ص۲** [↑](#endnote-ref-5)
6. []۔ **محموداحمدغازی،محاضرات سیرت،الفیصل ناشران وتاجران کتب،لاہور۲۰۰۹ءص۴۶۵** [↑](#endnote-ref-6)
7. []۔ **الازہری،پیرکرم شاہ ،ضیاء النبی، ضیاءالقرآن پبلیکشنز،لاہور،۱۴۲۰ھ،۱/۳۹۱** [↑](#endnote-ref-7)
8. []۔ **الازہری،کرم شاہ،ضیاءالنبی، ۲/۲۰۵** [↑](#endnote-ref-8)
9. []۔ **الازہری،کرم شاہ،ضیاءالنبی ،۲/۲۰۵** [↑](#endnote-ref-9)
10. []۔ **الحجر۱۰:۱۵** [↑](#endnote-ref-10)
11. []۔ **الازہری،کرم شاہ،ضیاءالنبی ،۵/۶۰۱** [↑](#endnote-ref-11)
12. []۔ **الاحزاب ۶۲:۳۳** [↑](#endnote-ref-12)
13. []۔ **فاطر۴۳:۳۵** [↑](#endnote-ref-13)
14. []۔ **البقرہ۱۷۹:۲** [↑](#endnote-ref-14)
15. []۔ **الحجر۹:۱۵** [↑](#endnote-ref-15)
16. []۔ **البخاری،محمدبن اسماعیل، الجامع الصحیح،حدیث۴۲۱۰** [↑](#endnote-ref-16)
17. []۔ **ایضاً** [↑](#endnote-ref-17)
18. []۔ **الازہری،کرم شاہ،ضیاءالنبی ،۵/۶۰۸** [↑](#endnote-ref-18)
19. []۔ **النساء۳:۴** [↑](#endnote-ref-19)
20. []۔ **الازہری،کرم شاہ،ضیاءالنبی ،۷/۴۱۱** [↑](#endnote-ref-20)
21. []۔ **الازہری،کرم شاہ،ضیاءالنبی ،۷/۴۱۲** [↑](#endnote-ref-21)
22. []۔ **الازہری،کرم شاہ،ضیاءالنبی ،۷/۴۲۲** [↑](#endnote-ref-22)
23. []۔ **الازہری،کرم شاہ،ضیاءالنبی ،۷/۴۲۴** [↑](#endnote-ref-23)
24. []۔ **الازہری،کرم شاہ،ضیاءالنبی ،۷/۵۳۴** [↑](#endnote-ref-24)
25. []۔ **الازہری،کرم شاہ،ضیاءالنبی ،۷/۵۳۴** [↑](#endnote-ref-25)
26. []۔ **الازہری،کرم شاہ،ضیاءالنبی ،۷/۵۶۰** [↑](#endnote-ref-26)